Stepan Vaciliyevich Lipovtsov 翻譯的滿文新約全書翻拍影像著作權為澳洲雪梨 Dr Kenny Wang 所有。

The images of this photoreproduction of the Stepan Vaciliyevich Lipovtsov's Manchu translation of the New Testament are copyrighted to Dr Kenny Wang of Sydney, Australia.

Images Copyright © 2011 by Dr Kenny Wang.

SOUTH WALES
FREE
PUBLIC LIBRARY
SYDNEY

THE LIBRARY
SYDNEY

Stanford
LIBRARIES
SAL3
565

FREE PUBLIC LIBRARY SYDNEY 1869

NEW SOUTH WALES
PUBLIC LIBRARY
1869

THE NEW SOUTH WALES FREE PUBLIC LIBRARY SYDNEY

ہوئے ، ہاتھ ملتی ہوئی بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلتی رہی ۔ وہ بار بار کھڑکی کے پاس جاتی ، باہر جھانکتی ، پھر واپس آ جاتی ۔ آخر اس سے نہ رہا گیا ۔ وہ اٹھی ، چادر اوڑھی اور باہر نکل گئی ۔ گلی سنسان تھی ۔ دور کہیں کتے بھونک رہے تھے ۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس کے گھر کی طرف چل پڑی ۔

دروازہ کھٹکھٹایا ۔ اندر سے کوئی آواز نہ آئی ۔ دوبارہ زور سے دستک دی ۔ پھر بھی کوئی جواب نہ ملا ۔ اب اس کا دل بیٹھنے لگا ۔ اس نے دروازے کو دھکا دیا ۔ وہ کھلتا چلا گیا ۔ اندر اندھیرا تھا ۔ وہ ڈرتے ڈرتے اندر داخل ہوئی ۔ صحن میں کوئی نہیں تھا ۔ کمرے کا دروازہ بھی کھلا تھا ۔ وہ اندر گئی ۔ وہاں بھی کوئی نہیں تھا ۔ بستر بکھرا ہوا تھا ۔ جیسے کوئی جلدی میں اٹھ کر گیا ہو ۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ۔ وہ باہر نکلی ، پڑوس کے دروازے پر گئی ۔ وہاں سے پتا چلا کہ وہ صبح سویرے ہی کہیں چلے گئے ہیں ۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کہاں ۔

وہ واپس آ کر بستر پر بیٹھ گئی ۔ آنکھوں میں آنسو تھے ۔ دل میں ایک ہی سوال تھا ۔ کیا وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا ؟ کیا اس کی محبت صرف ایک دھوکا تھی ؟ رات بھر وہ جاگتی رہی ۔ ہر آہٹ پر چونکتی ، ہر دستک پر دروازے کی طرف دوڑتی ۔ مگر کوئی نہیں آیا ۔ صبح کی روشنی کھڑکی سے اندر آئی تو اس نے فیصلہ کر لیا ۔ وہ اسے ڈھونڈے گی ۔ چاہے کچھ بھی ہو ، وہ اس کا انتظار نہیں کرے گی ۔ وہ خود اس کے پاس جائے گی ۔

اس نے اپنی ماں سے کہا ۔ ماں نے پہلے تو منع کیا ، پھر سمجھ گئی کہ بیٹی کا دل اب روکنے سے نہیں رکے گا ۔ اس نے کچھ روپے اور کپڑے ایک پوٹلی میں باندھے ۔ اپنی سہیلی کو ساتھ لیا ۔ اور اگلے ہی دن وہ اس شہر کی طرف روانہ ہو گئی ۔ سفر لمبا تھا ۔ بس بدلنی پڑی ۔ راستے میں دھوپ اور گرد سے برا حال ہو گیا ۔ مگر اس کے دل میں ایک ہی دھن تھی ۔ اسے ڈھونڈنا ہے ۔

شہر پہنچ کر اس نے پہلے ایک سستی سی سرائے میں کمرہ لیا ۔ پھر اس کی تلاش شروع کی ۔ پہلے دن کچھ پتا نہ چلا ۔ دوسرے دن بھی کچھ ہاتھ نہ آیا ۔ تیسرے دن ایک دکاندار نے بتایا کہ ایسا شخص کبھی کبھی اس گلی سے گزرتا ہے ۔ اس کی امید بندھی ۔ وہ اس گلی کے چکر لگانے لگی ۔ ایک ہفتے بعد اسے وہ نظر آیا ۔ وہ ایک دکان پر کھڑا کچھ خرید رہا تھا ۔ اس کی پیٹھ اس کی طرف تھی ۔ وہ دوڑ کر اس کے پاس گئی ۔ اس نے پکارا ۔ وہ مڑا ۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی ، پھر خوشی ، پھر کچھ اور ۔ وہ کچھ بول نہ سکا ۔ وہ بھی کچھ نہ بول سکی ۔ بس دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے ۔ جیسے برسوں کی جدائی ایک لمحے میں سمٹ آئی ہو ۔

سفرنامه‌ی مصر

خانه‌ی ما در قاهره، در محله‌ی بولاق، نزدیک رود نیل بود. پدرم آن را خریده بود. او می‌گفت: «آدم باید جایی زندگی کند که از پنجره‌اش آب ببیند.» من هم دوست داشتم. صبح‌ها صدای قایق‌ها را می‌شنیدم، صدای پاروها و بادبان‌ها را. مادرم می‌گفت: «این صداها آدم را دیوانه می‌کند.» اما من عاشق آن صداها بودم. شاید هم دیوانه بودم.

پدرم تاجر بود. نه تاجر بزرگ، اما تاجری که همه‌ی شهر او را می‌شناختند. کارش خرید و فروش پارچه بود، و گاهی هم عطر. اتاق پذیرایی خانه همیشه پر از بسته‌های کاغذی بود که بوی زیره و گلاب می‌دادند. مادرم از این بوها بیزار بود. می‌گفت لباس‌هایش تا هفته‌ها بوی بازار را می‌دهند. پدرم می‌خندید و می‌گفت: «بوی پول است، خانم، عادت کن.»

من آن زمان دوازده سال داشتم. مکتب می‌رفتم، نزد شیخ عبدالرحیم. او مرد سختگیری بود، اما دلش نرم بود. وقتی شعر خوب می‌خواندم، چشمانش برق می‌زد. از او یاد گرفتم که کلمه‌ها هم مثل آب و نان، گرسنگی و سیری دارند. بعضی شعرها سیرم می‌کردند، بعضی‌ها گرسنه‌ترم. شیخ می‌گفت: «تو شاعر خواهی شد یا دیوانه.» من هنوز نمی‌دانم کدام شدم.

در خانه‌ی ما کتاب کم نبود. پدرم دوست داشت بخواند، هرچند وقت‌ها. کتاب‌هایش را در صندوقی نگه می‌داشت که کلید آن همیشه گم می‌شد. من یک بار کلید را پیدا کردم و بی‌اجازه صندوق را باز کردم. اولین کتابی که برداشتم دیوان حافظ بود. نمی‌فهمیدم چه می‌خوانم، اما آهنگ کلمه‌ها مرا برده بود. پدرم فهمید، چون کلید را جای دیگری پنهان کرد. من هم دیگر بی‌اجازه باز نکردم. یعنی تقریباً.

ہوئے، کہنے لگا "میں نے تو سنا تھا کہ یہ بڑا ہی سخی ہے، مگر یہ تو بڑا ہی کنجوس نکلا۔ اس نے تو ہمیں ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔" اس پر دوسرا بولا "ہاں، میں نے بھی یہی سنا تھا، مگر یہ تو بڑا ہی بخیل

سفرنامہ حجاز، جس میں مؤلف نے اپنے سفر حجاز کے حالات، مشاہدات، تاثرات اور واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، ۱۳۱۴ھ میں مطبع نظامی کانپور سے پہلی بار شائع ہوا۔ یہ کتاب اپنے زمانے کے سفرناموں میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ مؤلف نے نہ صرف راستے کی منزلوں کا ذکر کیا ہے بلکہ ہر مقام کی تاریخی، جغرافیائی اور سماجی حیثیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کا اسلوب سادہ اور دلنشین ہے، اور قاری کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ خود مؤلف کے ساتھ سفر میں شریک ہو۔

مؤلف نے بمبئی سے جہاز پر سوار ہو کر جدہ کا سفر کیا۔ سمندری سفر کے دوران پیش آنے والی مشکلات، طوفان کے خطرات اور مسافروں کی کیفیات کا بیان نہایت مؤثر انداز میں کیا گیا ہے۔ جدہ پہنچ کر انہوں نے وہاں کے گورنر، بندرگاہ کے انتظامات اور مقامی آبادی کے رہن سہن کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ مکہ مکرمہ کے راستے میں آنے والے مقامات، جیسے رابغ، خلیص اور قدید، کے بارے میں بھی قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران مؤلف نے حرم شریف کی عمارت، مطاف، صفا و مروہ اور دیگر مقدس مقامات کا نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے مختلف ممالک کے حجاج کی تعداد، ان کے لباس اور زبانوں کا بھی مشاہدہ کیا اور لکھا ہے کہ اس زمانے میں حج کے موقع پر دنیا کے کونے کونے سے مسلمان جمع ہوتے تھے۔ مؤلف نے منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے مقامات کا بھی تفصیلی جائزہ لیا ہے اور وہاں کے انتظامات پر اپنی رائے دی ہے۔

مدینہ منورہ کے سفر کا بیان کتاب کا سب سے دلچسپ حصہ ہے۔ مؤلف نے مسجد نبوی، روضۂ اقدس، ریاض الجنۃ اور دیگر زیارت گاہوں کا ذکر بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ کیا ہے۔ انہوں نے مدینہ کے علماء، ان کے حلقہ ہائے درس اور کتب خانوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مدینہ کے باغات، کھجور کی پیداوار اور وہاں کے موسم کا حال بھی درج ہے۔ مدینہ سے واپسی پر مؤلف نے ینبع کا راستہ اختیار کیا اور وہاں سے بحری جہاز پر سوار ہو کر سویز پہنچے۔

واپسی کے سفر میں مؤلف نے مصر، قاہرہ، اسکندریہ اور نہر سویز کے بارے میں بھی مختصر مگر جامع معلومات فراہم کی ہیں۔ قاہرہ کے عجائب خانے، جامعہ ازہر اور اہرام کا ذکر بھی کتاب میں موجود ہے۔ مصر سے بمبئی تک کا سفر بحری جہاز پر طے ہوا۔ مؤلف نے راستے میں عدن اور کراچی کی بندرگاہوں پر بھی مختصر قیام کیا اور وہاں کے حالات لکھے ہیں۔ بمبئی پہنچ کر سفر کا اختتام ہوا۔

کتاب کی زبان سلیس اردو ہے، جس میں جا بجا فارسی اور عربی کے الفاظ و تراکیب بھی استعمال ہوئی ہیں۔ مؤلف نے اشعار بھی جگہ جگہ نقل کیے ہیں، جن میں سے بعض خود ان کے اپنے کہے ہوئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں ایک فہرست منازل بھی دی گئی ہے، جس سے قاری کو پورے سفر کا خلاصہ ایک نظر میں مل جاتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ سفرنامہ اپنے عہد کی ایک قیمتی دستاویز ہے۔

FREE PUBLIC LIBRARY SYDNEY 1859 NEW SOUTH WALES

R 42 5

Mandeken Testament
part 5

Stepan Vaciliyevich Lipovtsov 翻譯的滿文新約全書翻拍影像著作權為澳洲雪梨 Dr Kenny Wang 所有。

The images of this photoreproduction of the Stepan Vaciliyevich Lipovtsov's Manchu translation of the New Testament are copyrighted to Dr Kenny Wang of Sydney, Australia.

Images Copyright © 2011 by Dr Kenny Wang.

PUBLIC LIBRARY
SYDNEY

کہانی کی ابتدا، درمیان اور انجام، کردار نگاری، مکالمہ نویسی اور منظر کشی کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ساتھ ہی مختلف مشہور افسانوں کا تجزیہ بھی شامل ہے۔ یہ کتاب ان طلبہ کے لیے بہت مفید ہے جو پہلی بار افسانہ لکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مصنف کا کہنا ہے کہ اچھا افسانہ وہ ہے جو قاری کو اپنے ساتھ بہا لے جائے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب لکھنے والا خود اپنے کرداروں سے محبت کرے۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف نظریات نہیں بلکہ عملی مشقیں بھی دی گئی ہیں، جن کی مدد سے نئے لکھنے والے اپنی کمزوریوں کو پہچان سکتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں ایک باب ان عام غلطیوں پر ہے جو نئے افسانہ نگار اکثر کرتے ہیں، جیسے ضرورت سے زیادہ تفصیل، کمزور آغاز اور بے ربط انجام۔ ان غلطیوں کی نشاندہی کر کے مصنف نے بتایا ہے کہ ان سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب ایک اچھی رہنما ہے، اگرچہ کچھ جگہوں پر مثالیں اور زیادہ ہونی چاہئیں تھیں۔

کتاب کے آخر میں ایک باب ان عام غلطیوں پر ہے جو نئے افسانہ نگار اکثر کرتے ہیں، جیسے ضرورت سے زیادہ تفصیل، کمزور آغاز اور بے ربط انجام۔ ان غلطیوں کی نشاندہی کر کے مصنف نے بتایا ہے کہ ان سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب ایک اچھی رہنما ہے، اگرچہ کچھ جگہوں پر مثالیں اور زیادہ ہونی چاہئیں تھیں۔

ہمارے ساتھ چلیں۔"

"میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔" میں نے کہا۔ "لیکن میرا ایک دوست ہے۔ اس کا کیا ہوگا؟"

"اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔" اس نے کہا۔ "آپ ہمارے ساتھ چلیں۔"

میں نے اپنے دوست کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "تم گھر جاؤ۔ میں ان کے ساتھ جاتا ہوں۔ اگر میں صبح تک واپس نہ آؤں تو پولیس کو اطلاع دے دینا۔" اس نے سر ہلایا۔ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور اجنبیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

باہر ایک بڑی سی کار کھڑی تھی۔ اس کے شیشے کالے تھے۔ میں نے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن کچھ دکھائی نہ دیا۔ ایک اجنبی نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ دوسرا اگلی نشست پر بیٹھا۔ گاڑی چل پڑی۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ شہر کی روشنیاں آہستہ آہستہ پیچھے رہ گئیں۔ پھر ہم ایک ایسے علاقے میں داخل ہوئے جہاں مکان بہت کم تھے۔ سڑکیں ویران تھیں۔ کہیں کہیں کوئی اکا دکا روشنی نظر آتی تھی۔

گاڑی تقریباً ایک گھنٹہ چلتی رہی۔ پھر ایک بڑے سے پھاٹک کے سامنے رکی۔ پھاٹک پر لوہے کی سلاخیں تھیں اور اوپر خاردار تار لگے ہوئے تھے۔ اندر ایک بڑا سا مکان تھا۔ مکان کے چاروں طرف اونچی دیوار تھی۔ دیوار پر بھی خاردار تار لگے ہوئے تھے۔ پھاٹک پر دو مسلح آدمی کھڑے تھے۔ انہوں نے ہماری گاڑی کو دیکھ کر پھاٹک کھول دیا۔ گاڑی اندر داخل ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ صحن میں کئی اور گاڑیاں کھڑی تھیں۔ کچھ لوگ بھی نظر آ رہے تھے۔ وہ سب کے سب اجنبی تھے۔ ان کے چہرے سپاٹ تھے۔ کسی کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ کمرہ بڑا تھا۔ اس میں کئی کرسیاں اور ایک لمبی میز تھی۔ دیوار پر ایک بڑا سا نقشہ لٹک رہا تھا۔ کمرے میں تین آدمی پہلے سے موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ "ہم جانتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک خط ہے۔ وہ خط ہمیں چاہیے۔ اگر آپ وہ خط ہمارے حوالے کر دیں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم آپ کو بحفاظت واپس بھیج دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہم جانتے ہیں کہ ہے۔ آپ کے دوست نے آپ کو دیا تھا۔ ہمیں وہ خط چاہیے۔ ہم آپ سے دوستانہ طریقے سے درخواست کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے تعاون نہ کیا تو ہمیں دوسرے طریقے اختیار کرنے پڑیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں واقعی نہیں جانتا کہ آپ کس خط کی بات کر رہے ہیں۔ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہم آپ کو ایک منٹ کا وقت دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہم آپ کی تلاشی لیں گے۔ اگر خط نہ ملا تو آپ کو یہاں سے جانے نہیں دیا جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "آپ تلاشی لے لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

اس نے کہا۔ "ہم آپ کی تلاشی لیں گے۔ لیکن پہلے ہم آپ کو ایک موقع اور دیتے ہیں۔ اگر آپ نے خط ہمارے حوالے کر دیا تو ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہم آپ کو ایک منٹ کا وقت دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہم آپ کی تلاشی لیں گے۔ اگر خط نہ ملا تو آپ کو یہاں سے جانے نہیں دیا جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "آپ تلاشی لے لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

ہوئے ، کہنے لگے کہ بھائیو، ہمیں اس سفر میں کیا کیا مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ اب ہم کو چاہیے کہ ہم اپنے اپنے گھر جائیں۔ یہ سن کر سب نے کہا "بہت اچھا"۔ اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ جب اپنے گھر کے قریب پہنچے، تو ایک نے کہا "بھائیو، ہم کو اپنے گھر جانے سے پہلے کچھ ایسا کام کرنا چاہیے کہ ہمارا نام دنیا میں رہے"۔ سب نے کہا "ہاں، یہ بات تو ٹھیک ہے"۔ پھر ایک نے کہا "بھائیو، ہم کو اپنے

ਸੀ। ਸਾਰਾ ਸਰੀਰ ਪੱਤਰ ਸੀ। ਉਹਦਾ ਸਾਰਾ ਸਰੀਰ ਅਜੀਬ ਜਿਹੀ ਸੁੰਦਰਤਾ ਨਾਲ ਸਜਿਆ ਹੋਇਆ ਸੀ। ਉਹਦੇ ਚਿਹਰੇ ਦੇ ਹਰ ਅੰਗ ਉੱਤੇ ਅਜੀਬ ਜਿਹੀ ਸੁੰਦਰਤਾ ਦਿਖਾਈ ਦਿੰਦੀ ਸੀ। ਉਹਦੀ ਸੁੰਦਰਤਾ ਵਿੱਚ ਕੋਈ ਅਜੀਬ ਜਿਹਾ ਖਿੱਚ ਸੀ। ਉਹਦੇ ਚਿਹਰੇ

FREE
PUBLIC LIBRARY
SYDNEY
1862

ہے۔ ہمارے ہاں بھی ایسے ہی ہوا ہے۔ ہمارے ہاں بھی ایسے ہی ہوا ہے۔ ہمارے ہاں بھی ایسے ہی ہوا

SOUTH SYDNEY FREE PUBLIC LIBRARY 1969

ਸਾਹਿਤ ਅਤੇ ਸਭਿਆਚਾਰ

ਸਾਹਿਤ ਅਤੇ ਸਭਿਆਚਾਰ ਦਾ ਰਿਸ਼ਤਾ ਬਹੁਤ ਡੂੰਘਾ ਹੈ। ਸਾਹਿਤ ਸਭਿਆਚਾਰ ਦੀ ਉਪਜ ਹੁੰਦਾ ਹੈ ਅਤੇ ਸਭਿਆਚਾਰ ਸਾਹਿਤ ਦੀ ਉਪਜ ਹੁੰਦਾ ਹੈ। ਇਹ ਦੋਵੇਂ ਇੱਕ ਦੂਜੇ ਨਾਲ ਇਸ ਤਰ੍ਹਾਂ ਜੁੜੇ ਹੋਏ ਹਨ ਕਿ ਇਨ੍ਹਾਂ ਨੂੰ ਵੱਖ ਕਰਨਾ ਔਖਾ ਹੈ। ਸਾਹਿਤ ਵਿੱਚ ਸਭਿਆਚਾਰ ਦੇ ਸਾਰੇ ਤੱਤ ਮਿਲਦੇ ਹਨ। ਇਸ ਵਿੱਚ ਲੋਕਾਂ ਦੇ ਰਹਿਣ-ਸਹਿਣ, ਖਾਣ-ਪੀਣ, ਪਹਿਰਾਵੇ, ਰੀਤੀ-ਰਿਵਾਜ, ਤਿਉਹਾਰ, ਵਿਸ਼ਵਾਸ ਅਤੇ ਅੰਧ-ਵਿਸ਼ਵਾਸ ਸਭ ਕੁਝ ਦਾ ਵਰਣਨ ਹੁੰਦਾ ਹੈ। ਇਸ ਲਈ ਸਾਹਿਤ ਨੂੰ ਸਭਿਆਚਾਰ ਦਾ ਦਰਪਣ ਕਿਹਾ ਜਾਂਦਾ ਹੈ। ਜਿਸ ਸਮਾਜ ਦਾ ਸਾਹਿਤ ਜਿੰਨਾ ਅਮੀਰ ਹੁੰਦਾ ਹੈ, ਉਸ ਸਮਾਜ ਦਾ ਸਭਿਆਚਾਰ ਵੀ ਓਨਾ ਹੀ ਅਮੀਰ ਹੁੰਦਾ ਹੈ।

ਸਾਹਿਤ ਸਭਿਆਚਾਰ ਨੂੰ ਸੰਭਾਲਣ ਅਤੇ ਅਗਲੀ ਪੀੜ੍ਹੀ ਤੱਕ ਪਹੁੰਚਾਉਣ ਦਾ ਵੀ ਕੰਮ ਕਰਦਾ ਹੈ। ਜਦੋਂ ਕੋਈ ਸਭਿਆਚਾਰ ਲਿਖਤੀ ਰੂਪ ਵਿੱਚ ਸਾਹਿਤ ਵਿੱਚ ਆ ਜਾਂਦਾ ਹੈ, ਤਾਂ ਉਹ ਸਦੀਆਂ ਤੱਕ ਜਿਉਂਦਾ ਰਹਿੰਦਾ ਹੈ। ਅਸੀਂ ਅੱਜ ਵੀ ਪੁਰਾਣੇ ਸਮਿਆਂ ਦੇ ਲੋਕ-ਗੀਤਾਂ, ਕਹਾਣੀਆਂ ਅਤੇ ਕਵਿਤਾਵਾਂ ਰਾਹੀਂ ਉਸ ਸਮੇਂ ਦੇ ਸਭਿਆਚਾਰ ਬਾਰੇ ਜਾਣਦੇ ਹਾਂ। ਇਸ ਤਰ੍ਹਾਂ ਸਾਹਿਤ ਸਭਿਆਚਾਰ ਦੀ ਯਾਦਦਾਸ਼ਤ ਵਾਂਗ ਕੰਮ ਕਰਦਾ ਹੈ।

ਸਭਿਆਚਾਰ ਵੀ ਸਾਹਿਤ ਨੂੰ ਬਹੁਤ ਪ੍ਰਭਾਵਿਤ ਕਰਦਾ ਹੈ। ਕਿਸੇ ਸਮਾਜ ਦੀਆਂ ਕਦਰਾਂ-ਕੀਮਤਾਂ ਬਦਲਦੀਆਂ ਹਨ, ਤਾਂ ਸਾਹਿਤ ਦੇ ਵਿਸ਼ੇ ਅਤੇ ਰੂਪ ਵੀ ਬਦਲ ਜਾਂਦੇ ਹਨ। ਨਵੇਂ ਸਭਿਆਚਾਰਕ ਵਰਤਾਰੇ ਨਵੀਂ ਕਿਸਮ ਦੇ ਸਾਹਿਤ ਨੂੰ ਜਨਮ ਦਿੰਦੇ ਹਨ। ਇਸ ਲਈ ਸਾਹਿਤ ਅਤੇ ਸਭਿਆਚਾਰ ਦਾ ਰਿਸ਼ਤਾ ਇੱਕ ਜੀਵਤ ਰਿਸ਼ਤਾ ਹੈ, ਜੋ ਲਗਾਤਾਰ ਵਿਕਸਿਤ ਹੁੰਦਾ ਰਹਿੰਦਾ ਹੈ।

ਅੱਜ ਦੇ ਸਮੇਂ ਵਿੱਚ ਸਾਹਿਤ ਅਤੇ ਸਭਿਆਚਾਰ ਦੇ ਰਿਸ਼ਤੇ ਨੂੰ ਸਮਝਣਾ ਹੋਰ ਵੀ ਜ਼ਰੂਰੀ ਹੋ ਗਿਆ ਹੈ, ਕਿਉਂਕਿ ਵਿਸ਼ਵੀਕਰਨ ਦੇ ਦੌਰ ਵਿੱਚ ਵੱਖ-ਵੱਖ ਸਭਿਆਚਾਰਾਂ ਦਾ ਆਪਸ ਵਿੱਚ ਮੇਲ-ਜੋਲ ਵਧ ਰਿਹਾ ਹੈ। ਇਸ ਨਾਲ ਸਾਹਿਤ ਵਿੱਚ ਵੀ ਨਵੇਂ ਰੰਗ ਆ ਰਹੇ ਹਨ। ਪਰ ਨਾਲ ਹੀ ਆਪਣੇ ਸਭਿਆਚਾਰ ਨੂੰ ਬਚਾਉਣ ਦੀ ਚੁਣੌਤੀ ਵੀ ਸਾਹਮਣੇ ਆ ਰਹੀ ਹੈ। ਇਸ ਲਈ ਸਾਹਿਤ ਦੀ ਭੂਮਿਕਾ ਹੋਰ ਵੀ ਮਹੱਤਵਪੂਰਨ ਹੋ ਗਈ ਹੈ।

ਸਨ। ਉਹਨਾਂ ਨੇ ਸਮਾਜ ਦੀ ਸੁਧਾਰ ਲਈ ਨਾਵਲ ਲਿਖੇ। ਉਹਨਾਂ ਦੇ ਨਾਵਲਾਂ ਵਿਚ ਸਮਾਜ ਦੀ ਸੁਧਾਰ ਦੀ ਭਾਵਨਾ ਪ੍ਰਧਾਨ ਹੈ। ਉਹਨਾਂ ਦੇ ਨਾਵਲਾਂ ਵਿਚ ਸਮਾਜ ਦੀ ਕੁਰੀਤੀਆਂ ਦਾ ਵਰਣਨ ਕੀਤਾ ਗਿਆ ਹੈ। ਉਹਨਾਂ ਨੇ ਆਪਣੇ ਨਾਵਲਾਂ ਵਿਚ ਸਮਾਜ ਦੀ ਕੁਰੀਤੀਆਂ ਨੂੰ ਦੂਰ ਕਰਨ ਦਾ ਯਤਨ ਕੀਤਾ

PUBLIC LIBRARY

FREE PUBLIC LIBRARY SYDNEY 1869

Mandchou Testament
part 1